مذکورہ بالا صورت میں اصل امام مسجد کی امامت کا اختیار رکھتا ہے جو مقررہ امام کے علاوہ اس میں پہلے جماعت کراتے ہیں۔ ان کی جماعت اس حدیث کے بالکل خلاف ہے۔ پس بجائے اس کے کہ ان کو اس جماعت کا ثواب ہو اُلٹا عذاب کا خطرہ ہے۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۲۸ جمادی الاول ۱۳۸۰ھ ۱۸ نومبر ۱۹۶۰ء

مسبوق کا بیان

مسبوق کی کونسی رکعت ہے

سوال :۔ ایک مقتدی تیسری رکعت شام کو رکوع میں شامل جماعت ہوتا ہے۔ اور وہ امام کے سلام کے بعد دوسری رکعت میں سبحانک اللھم پڑھے یا نہ پڑھے گویا باقی رکعت میں مقتدی ثناء پڑھے یا نہ پڑھے اور اگر پڑھی جائے تو نماز میں کوئی نقص تو نہیں۔ چارگانہ میں بھی دو رکعت فجر والی میں بھی؟

خدا بخش از راجہ سانسی تحصیل اجنالہ ضلع امرتسر

جواب :۔ حدیث میں ہے۔

مَا اَدْرَکْتُمْ فَصَلُّوْا وَمَا فَاتَکُمْ فَاَتِمُّوْا متفق علیہ (مشکوٰۃ)

یعنی جتنی نماز امام کے ساتھ پاؤ پڑھو اور جتنی فوت ہو جائے پوری کرو۔

اس سے معلوم ہوا کہ مسبوق امام کے فارغ ہونے کے بعد جتنی نماز پڑھتا ہے وہ اس کی پچھلی نماز ہے اور جو امام کے ساتھ پڑھی ہے وہ اس کی پہلی ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں فوت شدہ کی بابت اتمام کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کے معنی اخیر سے پورا کرنے کے ہیں۔ اور اخیر سے پورا کرنا اسی صورت سے ہو سکتا ہے کہ جو امام کی فراغت کے بعد پڑھے وہ اس کی اخیر کی ہو۔ اور بعض روایتوں میں اتمام کی جگہ قضاء کا لفظ آیا ہے تو وہ اس کے خلاف نہیں۔ کیونکہ قضا کے معنی پورا کرنے کے بھی آتے ہیں۔

جیسے قرآن مجید میں ہے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ۔

یعنی جب نماز پوری ہو جائے تو پھر روزی کی تلاش کے لئے زمین میں پھیل جاؤ"

پس جب اخیری نماز ہوئی تو اس میں ثناء نہ پڑھنی چاہیے۔ اگر غلطی سے پڑھی جائے تو معاف ہے یا ایسا ہے جیسے قرآن مجید میں تشابہ لگ جاتا ہے۔ ویسے والتہ پڑھنی ٹھیک نہیں خواہ مغرب کی نماز ہو یا کوئی اور چار رکعت والی یا دو رکعت والی نماز ہو کسی میں ثناء نہیں اور التحیات بھی اسی حساب سے بیٹھے یعنی اگر امام کے ساتھ ایک رکعت پائی ہے۔ تو ایک اور پڑھ کر بیٹھے۔ اگر رکوع میں امام کے ساتھ ملا ہے تو اسے رکعت شمار نہ کرے۔

عبد اللہ امر تسری روپڑ

۳۰ جمادی الاخری ۱۳۵۳ھ ۔ ۱۱ر اکتوبر ۱۹۳۴ء

مسبوق کا جماعت کے ثواب کا مستحق ہونا

سوال :۔ مسبوق کتنا حصہ نماز کا امام کے ساتھ پائے تو جماعت کے ثواب کا مستحق ہو سکتا ہے۔

جواب :۔ اگرچہ ائمہ اسلام کا اختلاف ہے مگر صحیح اور راجح از روئے دلائل یہ ہے کہ مسبوق اگرچہ آخری تشہد ہی میں قبل از سلام ہے تو جماعت کا ثواب پانے کا مستحق ہے۔

چنانچہ امام نووی شرح مسلم صفحہ ۲۲۱ جلد ۱ میں فرماتے ہیں۔

المسئلة الثالثة اذا ادرك مع الامام ركعة كان مدركًا لفضيلة الجماعة بلاخلاف وان لم يدرك ركعة بل ادركه قبل السلام بحيث لا يحسب له ركعة ففيه الوجهان لاصحابنا۔ احدهما لا يكون مدركًا للجماعة لمفهوم الحديث من ادرك ركعة من الصلوٰة والثانی وهو الصحيح وبه قال جمهور اصحابنا يكون مدركًا لفضيلة الجماعة لانه ادرك جزءًا منه ويجاب عن مفهوم الحديث بما سبق انتهى هذا۔ واللہ اعلم۔

ترجمہ۔ مسبوق جب امام کے ساتھ ایک رکعت پائے تو اس نے بالاتفاق جماعت کی فضیلت پالی۔ اگر پوری رکعت نہ پائے تو اس میں ہمارے اصحاب کے دو خیال ہیں۔ ایک یہ جماعت پانے والا شمار نہیں ہوگا کیونکہ جو حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص امام کے ساتھ ایک رکعت پائے اس نے نماز

پالی جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر ایک رکعت سے کم پائے تو اس نے امام کے ساتھ نماز نہیں پائی دوسرا خیال یہ ہے کہ اگر رکعت نہ پائے تو بھی جماعت پانے والا شمار ہوگا۔ اور یہی صحیح ہے۔ اور ہمارے جمہور اصحاب اسی کے قائل ہیں اور اوپر کی حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو امام کے ساتھ ایک رکعت پائے اُس نے گویا ساری نماز امام کے ساتھ پڑھی۔ یعنی اس کو جماعت کا پورا ثواب ملے گا۔ اگر کم پائی تو کچھ کم ملے گا۔ کیونکہ اس نے اتنا حصہ نہیں پایا کہ اُس کو نماز کہا جائے۔

تنبیہ ۔ جو شخص بڑے اخلاص و اشتیاق اور محبت سے وضو کر کے باجماعت نماز ادا کرنے کی نیت سے مسجد کو آتا ہے اور آتے ہی دیکھتا ہے کہ جماعت ہو چکی تو اُس کو کثرت اخلاص و شوق کے سبب سے بہت افسوس اور حسرت ہوتی ہے۔ ایسا شخص بھی کثرت اخلاص کے حکماً مدرک فضیلۃ الجماعت ہے اگرچہ اب وہ اکیلا نماز پڑھے گا۔ وہ شرعاً صلوٰۃ الفرد (اکیلے نماز) ہوگی مگر فضیلت جماعت اس کو مل جائے گی۔ چنانچہ حدیث شریف میں آتا ہے۔

من توضأ فاحسن وضوءه ثم راح فوجد الناس قد صلوا اعطاه الله تعالیٰ مثل اجر من صلاها وحضرها لا ینقص ذلك من اجورهم شیئًا۔

(ابوداؤد۔ نسائی۔ مشکوٰۃ ص۱۰۲)

ترجمہ۔ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے مسجد کو گیا لوگوں کو پایا کہ نماز پڑھ چکے۔ اللہ اس کو جماعت کے ساتھ پوری نماز پڑھنے والے کا سا اجر دے گا اس کو پورا اجر دینا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے والوں کے اجر سے کچھ کم نہیں کرے گا۔

دُوسرا مسئلہ | جماعت کے ساتھ کتنی نماز پانے والے کی نماز باجماعت نماز شمار ہوگی

سوال :۔ مسبوق کتنا حصہ نماز کا امام کے ساتھ پاوے تو وہ امام کی نماز میں شریک ہوتا ہے۔ جس سے اس کو امام جتنی نماز پڑھنی ضروری ہو جاتی ہے۔

جواب :۔ مسبوق اگر کم از کم ایک رکعت کامل امام کے ساتھ پالیوے تو امام کے ساتھ امام کی نماز میں شریک ہو گیا۔ اور امام جتنی نماز پڑھنی ضروری ہوگی۔ کیونکہ حدیث صحیح میں آیا ہے۔

من ادرك ركعة من الصلوٰة فقد ادرك الصلوٰة ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ :- جو نماز سے ایک رکعت پالے اُس نے نماز پالی۔ ——— نیز

من ادرك من الصبح ركعة قبل ان تطلع الشمس فقد ادرك الصلوة وفی رواية النسائی من ادرك ركعة من الصلوة فقد ادرك الصلوة كلها الا انه يقضی مافاته وفی رواية اخرى للبيهقی من ادرك ركعة من الصبح قبل ان تطلع الشمس فليصل اليها الاخرى۔

ترجمہ :- جو صبح کی نماز سے طلوعِ آفتاب سے قبل ایک رکعت پالے اس نے صبح کی نماز پالی۔ اور ایک روایت بیہقی میں ہے جس نے صبح کی نماز سے ایک رکعت قبل طلوع پائی اور ایک بعد طلوع تو اُس نے نماز پالی۔ اور ایک روایت نسائی میں ہے جس نے نماز سے ایک رکعت پالی اُس نے ساری نماز پالی لیکن جو اس سے پہلے ہو چکی ہے اس کو ادا کرے گا۔ اور ایک روایت بیہقی میں ہے جو طلوع آفتاب سے ایک رکعت پالے وہ دوسری ساتھ ملالے ——— نیز

من ادرك ركعة من الصلوة مع الامام فقد ادرك الصلوة۔ رواه مسلم۔ قال الشيخ العلامة ابن تيميةؒ اخرجه الشيخان۔

ترجمہ :- اور مسلم کی روایت میں ہے جو امام کے ساتھ ایک رکعت پالے اُس نے تمام نماز پالی۔ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں بخاری مسلم دونوں نے اس کو روایت کیا ہے۔

عاجز علیم نفسہ کی سمجھ میں یہ آتا ہے کہ فقد ادرك الصلوة میں الصلوة لفظ معرف باللام معرفہ ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جس نماز سے اُس نے پوری رکعت پائی اُس نے وہی نماز پائی باقی اتمام کرے تو پس وہ امام کی نماز میں شریک ہو گیا۔ واللہ اعلم۔

اور اگر رکعت کاملہ سے کم حصہ نماز کا اُس نے پایا تو جماعت کے ثواب کا مستحق ہوا نماز امام میں شریک نہیں ہوا۔ واللہ اعلم۔

تیسرا مسئلہ | مسبوق مسافر مقیم امام کے پیچھے کتنی نماز پڑھے

سوال :- مسافر مسبوق مقیم امام کے پیچھے اقتداء کرنے لگا تو امام مقیم اس وقت آخری رکعت کے سجود میں تھے۔ ساتھ مل گیا اب یہ مسبوق مسافر ساری نماز کی نیت کر کے جماعت کے ساتھ ملے یا قصر

کرنے کے خیال سے دوگانہ کی نیت کرے۔

جواب ۔ جماعت میں ملتے وقت قصر کے خیال سے دوگانہ کی نیت کرے کیونکہ جماعت میں ملنے کے سبب سے محض جماعت کا ثواب پانے کا مستحق ہوا۔ امام کی نماز میں اس وقت شریک ہو سکتا تھا۔ اور اس کو اتمام کرنا ضروری تھا جس وقت وہ رکعت کا ملا امام کے ہمراہ پاتا۔ اذ لیس فلیس۔

چنانچہ حدیث صحیح میں ہے۔

مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنَ الصَّلٰوةِ مَعَ الْاِمَامِ فَقَدْ اَدْرَكَ الصَّلٰوةَ۔ اخرجه مسلم

وقال الشيخ ابن تيميه فی فتاواه ص۳۳ ج۱۔ اخرجه الشيخان۔

یعنی جو امام کے ساتھ ایک رکعت پالے اس نے نماز پالی۔ اس کو صحیح مسلم نے روایت کیا ہے ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں کہ بخاری و مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔

نیز اسی طرح شیخ الاسلامؒ نے اپنے فتاویٰ ص۳۳ جلد ۱ میں لکھا ہے۔

ان المسافر اذا ائتم بمقيم وادرك معه ركعة فما فوقها فانه يلزم الصلوٰة وان ادرك معه اقل من ركعة صلاها مقصورة نص عليه الامام احمد فی احدى الروايتين عنه وهذا لانه بادراك الركعة قد ائتم بمقيم فی جزء من صلوٰة فلزم الاتمام واذا لم يدرك معه ركعة فصلوته صلوٰة منفرد فيصليها مقصورة انتهى ما سطره هذا والله اعلم۔

ترجمہ۔ جب مسافر مقیم کے پیچھے نماز پڑھے اور ایک رکعت یا زیادہ پائے تو وہ پوری نماز پڑھے اور اگر کم پائے تو دوگانہ پڑھے۔ امام احمد نے ایک روایت میں اس کی تصریح کی ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب ایک رکعت اس نے امام کے ساتھ پالی تو نماز کا اتنا حصہ پالیا کہ جس کو نماز کہا جا سکتا ہے اس لئے اس کو پوری نماز پڑھنی پڑے گی۔ اور جب ایک رکعت سے کم پائے تو اس کی نماز گویا اکیلے کی نماز ہے اس لئے دوگانہ پڑھے گا۔

چوتھا مسئلہ جمعہ میں امام آخری رکعت کے سجدہ میں ہو اس وقت ملنے والا جمعہ کی نیت کرے یا ظہر کی

سوال:۔ مسبوق جمعہ کی جماعت میں ملنا چاہتا ہے۔ امام آخری رکعت کے سجدے کر رہا ہے۔ اب مسبوق جمعہ کی نیت کر کے جماعت کے ساتھ ملے یا ظہر کی نیت کرے۔

جواب:۔ اس مسئلہ میں ائمہ اسلام مختلف ہیں۔ امام شافعی رحمہ عبداللہ بن مبارک رحمہ۔ امام سفیان ثوری رحمہ۔ امام احمد رحمہ۔ امام اسحق رحمہ بن راہویہ وغیرہم فرماتے ہیں کہ اگر مسبوق رکعت کاملہ امام کے ساتھ پائے تو دوسری رکعت پڑھ لیوے اس کا جمعہ ہوگیا۔ اور اگر رکعت سے کم حصہ پاوے یعنی دونوں رکعتوں کے ہو جانے کے بعد آیا ہے اور محض سجود یا تشہد ہی میں ملا ہے تو اس کا جمعہ رہ گیا۔ وہ ظہر کی نیت کر کے امام کے ساتھ ملے۔

امام ابو حنیفہ رحمہ اور ان کے اتباع فرماتے ہیں کہ سلام پھیرنے سے پہلے ملنے والا بھی جمعہ ہی پڑھے یعنی رکعت کاملہ امام کے ساتھ پاوے یا رکعت سے کم اجزاء میں ملے دونوں صورتوں میں جمعہ کی نیت کرے۔

میرے فہم ناقص میں از روئے دلائل کے امام احمد رحمہ و امام شافعی رحمہ وغیرہما کا مسلک صحیح اور راجح ہے اور اس کی تین وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ صحابہ کرام رضہ کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے چنانچہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں۔

ان الجمعة لاتدرك الا بركعة كما افتى به اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم منهم ابن عمر رض وابن مسعود رض وانس وغيرهم ولا يعلم لهم فى الصحابة مخالف وقد حكى غير واحد ان ذالك اجماع الصحابة

یعنی جمعہ کم سے کم ایک رکعت پانے سے مل سکتا ہے جیسے صحابہ رضی اللہ تعالےٰ عنہم نے اس کے ساتھ فتوے دیا ہے جن سے ابن عمر رضہ۔ ابن مسعود رضہ۔ انس رضہ وغیرہ ہیں۔ صحابہ رضہ میں ان کا مخالف کوئی معلوم نہیں۔ اور کئی علماء نے اس پر اجماع صحابہ رضہ نقل کیا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ کئی ایک حدیثوں میں صاف صریح وارد ہے۔

مَنْ اَدْرَكَ رَكْعَةً مِنْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ اَوْغَيْرِهَا فَلْيُضِفْ اِلَيْهَا اُخْرٰى وَقَدْ تَمَّتْ صَلٰوتُهٗ۔ (دارقطنی۔ نسائی۔ ابن ماجہ)

جو جمعہ وغیرہ کی ایک رکعت پالے وہ اس کے ساتھ دوسری رکعت ملالے اور اس کی نماز پوری ہوگئی۔

یہ حضرت ابو ہریرہ رضہ اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ کی حدیثیں کئی طریق سے مروی ہیں۔ اور اگرچہ یہ سب حدیثیں ضعیف ہیں۔ کما قال الحافظ فی تلخیص الحبیر مگر ان کی تائید حدیث من ادرک رکعۃ من الصلوٰۃ فقد ادرک الصلوٰۃ (جو ایک رکعت پائے اس نے نماز پالی) متفق علیہ سے بہت عمدہ طریق سے ہو سکتی ہے۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ صحیح حدیث میں ہے۔

قال علیہ الصلوٰۃ والسلام من ادرک رکعۃ من الصلوٰۃ مع الامام فقد ادرک الصلوٰۃ اخرجہ الامام مسلم فی صحیحہ وقال ابن تیمیہ فی فتاواہ ھو فی الصحیحین وقال رحمہ اللہ الرحیم ھذا (الحدیث) نص رافع للنزاع۔

یعنی جو امام کے ساتھ ایک رکعت پائے اس نے نماز پالی۔ اس کو مسلم نے روایت کیا ہے۔ اور ابن تیمیہؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں۔ اس کو بخاری مسلم دونوں نے روایت کیا ہے۔ اور فرماتے ہیں اس حدیث سے یہ مسئلہ صاف ہو گیا کہ ایک رکعت سے کم پائے تو اس کی جمعہ کی نماز رہ گئی۔

ابراہیم امام مسجد و مدرس مدرسہ عربیہ موضع باقی پور

محدث روپڑی

آپ فرماتے ہیں کہ جوابات سب صحیح ہیں صرف نمبر ۳ میں میرا خیال ہے کہ اگر رکعت سے کم پائے تو بھی پوری پڑھے یعنی مناسب ہے کیونکہ رکعت سے کم پانے والے کی نماز کی بنا امام کی نماز پر ہے۔ اگر بالفرض امام نے غلطی سے بے وضو نماز پڑھائی ہو تو جیسے امام کو لوٹانی پڑے گی۔ اس کو بھی لوٹانی پڑے گی۔ پس اس کو من کل الوجوہ منفرد قرار دینا ٹھیک نہیں۔ اس لئے مناسب ہے کہ پوری نماز پڑھے تاکہ اختلاف سے نکل جائے اور حدیث من ادرک رکعۃ اس بارہ میں نص نہیں بلکہ کئی احتمال ہیں۔ مثلاً آفتاب کا طلوع اس کی نماز کا مفسد نہیں یا جمعہ کی یا جماعت کے پورے ثواب کی بابت ہے اور کئی علماء اس کو رکوع میں ملنے کی بابت لکھتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

عبد اللہ امرتسری روپڑ ضلع انبالہ

۱۰ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ یوم الجمعہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۳۱ء

مسبوق کی امامت

سوال :- مسبوق کی امامت صحیح ہے یا نہیں۔ بعض علماء منع کرتے ہیں۔ کہتے ہیں تحصیل حاصل لازم آتا ہے کیونکہ ثواب اس کو جماعت کا حاصل ہو گیا۔ پس اب دوبارہ جماعت کرنا بے کار ہے۔

جواب :- جو لوگ مسبوق کی امامت کو منع کرتے ہیں وہ محض اس وجہ سے منع نہیں کرتے کہ وہ نماز باجماعت کا ثواب پا چکا ہے کیونکہ اگر محض اس وجہ سے منع کریں تو کسی وقت جواز کے بھی قائل ہوں۔ مثلاً جو شخص جماعت کے ساتھ پوری نماز پڑھ چکا ہے وہ اُس شخص کے ساتھ مل کر نماز پڑھ پڑھا سکتا ہے جو جماعت کے بعد آئے اور اس کے ساتھ کوئی اور نہ ہو۔ جب پوری نماز باجماعت پانے والا دُوسرے شخص کو جماعت کا ثواب دلانے کی غرض سے دوبارہ نماز پڑھ پڑھا سکتا ہے تو کم پانے والا بطریق اولیٰ پڑھا سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امامت مسبوق کو منع کرنے کی وجہ محض جماعت کا ثواب پانا نہیں بلکہ یہ اکثر صورتوں میں ہے اور عام وجہ شُبہ ہے کہ باقی نماز جو اُٹھ کر ادا کرتا ہے۔ اس میں وہ منفرد کا حکم رکھتا ہے یا مقتدی کا۔ اگر اس بات کو دیکھا جائے کہ مسافر مسبوق امام مقیم کے پیچھے پوری نماز پڑھتا ہے کیونکہ مقتدی کی تحریمہ۔ امام کی تحریمہ پر مبنی ہے۔ یعنی اس کی اقتداء میں داخل ہو کر نماز کی نیت باندھی ہے تو اس لحاظ سے مسبوق بقیہ نماز میں مقتدی ہے۔ اور اگر اس بات کو دیکھا جائے کہ بقیہ نماز میں اگر سہو ہو جائے تو یہ سجدہ سہو کرتا ہے کیونکہ اس کے حرکات اپنی مرضی سے ہیں تو اس لحاظ سے یہ منفرد کے حکم میں ہے چونکہ اس کی حالت میں اشتباہ ہے۔ اس لئے کوئی اس کی امامت کو منع کہتا ہے کوئی مشتبہ۔

اس کے علاوہ یہ معاملہ کثیر الوقوع ہے۔ یعنی جماعت نماز سے آگے پیچھے ہونے کا اتفاق۔ اکثر لوگوں کو ہوتا رہتا ہے۔ مگر ایک واقعہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یا صحابہ کے زمانہ کا ایسا نہیں ملتا۔ جس سے امامت مسبوق ثابت ہو۔ اس امامت مسبوق میں شبہ اور پختہ ہو جاتا ہے۔ اس لئے احتیاط مناسب ہے۔ اور بعض لوگ جو کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے ائتموا بی ولیأتم بکم من بعدکم۔ یعنی تم میری اقتدا کرو۔ اور جو تمہارے پیچھے ہیں تمہاری اقتدا کریں۔ اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ پچھلی صفیں پہلی صفوں کی اقتدا کریں تو مقتدی کا حالت اقتدا میں امام بننا صحیح ہو گیا۔ تو اس کی بابت عرض ہے کہ یہ محض نیچے اوپر ہونے میں اقتدا ہے۔ جیسے کوئی بہرہ اندھیری رات میں امام کے پیچھے ہو تو وہ اپنے ساتھی کے ساتھ نیچے اوپر ہوتا ہے۔ یہ کوئی حقیقتاً امامت نہیں۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض الموت میں بیٹھ کر نماز پڑھائی۔ حضرت ابوبکرؓ آپ کے پہلو میں کھڑے ہوئے تھے تا کہ لوگوں کو تکبیر سنائیں کیونکہ کمزوری کے

باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز نہیں نکلتی تھی۔ اسی طرح جب آدم بہت ہوتا ہے تو کسی کو تکبیر کے لئے مقرر کر دیتے ہیں تاکہ لوگ اس کی آواز کے ساتھ پیچھے اُوپر ہوں۔ یہ کوئی حقیقت میں امامت نہیں۔ ٹھیک اسی طرح حدیث ائتموا بی و لیأتم بکم من بعدکم کو سمجھ لینا چاہیئے۔ اس کے علاوہ اس حدیث کا ایک دوسرا معنی بھی ہو سکتا ہے وہ یہ کہ اے صحابہ تم میری اقتدا کرو۔ یعنی نماز وغیرہ میں میرا خیال رکھو کہ میں کس طرح نماز پڑھتا ہوں۔ اور تم سے بعد کے لوگ تابعین وغیرہ تمہاری اقتداء کریں تاکہ یہ سلسلہ دین کا آگے تک پہنچ جائے خلاصہ یہ کہ ایسی کوئی روایت نہیں ملتی جس میں ایک وقت ایک شخص امام بھی ہو اور مقتدی بھی۔

ایک صورت

ایک اور جگہ پر اس مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے آپ نے فرمایا ہے کہ:۔

اس مسئلہ کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ ایک شخص نے جماعت کے ساتھ کچھ حصہ نماز کا پایا۔ امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب وہ بقیہ نماز کو ادا کرنے کے لئے کھڑا ہوا تو اس کے ساتھ اور لوگ آملے جو امام کے ساتھ شامل نہیں ہوئے۔ دُوسری صورت یہ کہ جو لوگ امام کے ساتھ شامل ہوئے اُن سے ایک شخص امام ہو جائے اور دُوسرے اُس کی اقتدا کریں۔ ان دونوں صورتوں میں کچھ کچھ شبہ ہے۔ پہلی میں کم اور دوسری میں زیادہ۔ ہم ہر ایک کی الگ الگ تفصیل کرتے ہیں۔

پہلی صورت کی تفصیل

اکثر علماء کا مذہب ہے۔ چنانچہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں گذر چکا ہے۔ لیکن اس میں ذرا اختصار ہے۔ دلیل مذکور نہیں۔ ہم ابن تیمیہ کی بقیہ عبارت بھی ذکر کرتے ہیں جس میں اس کی دلیل مذکور ہے۔

فرماتے ہیں:۔

وذالك ان ذالك الرجل كان مؤتمًا فی اول الصلوٰۃ وصار منفرداً بعد سلام الامام فاذا ائتم به ذالك الرجل صار المنفرد اماما كما صار النبی صلی اللہ علیه وسلم اماما بابن عباس بعد ان كان منفرداً وهذا يصحّ فی النفل كما جاء هذا الحديث۔ كما هو منصوص عن احمد وغيره۔ من الائمة و ان كان قد ذكر فی مذهبه قول بانه لا يجوز واما فی الفرض فنزاع مشهور والصحيح جواز ذالك فی الفرض والنفل۔ الخ۔

دلیل اس کی یہ ہے کہ یہ شخص بقیہ نماز اکیلے نماز پڑھنے والے کا حکم رکھتا ہے۔ پس اگر کوئی دوسرا شخص اس کے ساتھ آکر مل جائے تو یہ ایسا ہوگیا جیسے کوئی شروع سے اکیلے پڑھنے والے کے ساتھ آملے۔ جیسے تہجد کی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ابن عباس آملے تھے حالانکہ آپ اکیلے پڑھ رہے تھے۔ اور یہ نفلوں میں صحیح ہے۔ جیسے یہ حدیث آئی ہے۔ اور امام احمد اور دیگر ائمہ سے بھی اس کے جواز کی تصریح مروی ہے۔ اگرچہ امام احمد سے ایک قول عدم جواز کا بھی نقل کیا گیا ہے لیکن پہلا حدیث کے موافق ہے۔

رہا فرضوں میں اس کا صحیح ہونا تو اس میں اختلاف مشہور ہے لیکن صحیح یہ ہے کہ فرضوں نفلوں دونوں میں درست ہے۔ کیونکہ نفلوں میں حالتِ انفراد انسان امامت کی نیت کرکے اپنے ذمہ زیادہ بوجھ لے لیتا ہے۔ سو اسی طرح فرضوں میں سمجھ لینا چاہیے۔ اس دلیل کا مدار اس پر ہے کہ یہ شخص بقیہ نماز میں اکیلے کا حکم رکھتا ہے۔ اگر بقیہ نماز میں اکیلے کا حکم نہ رکھے بلکہ اس کی ساری نماز جماعت کے ساتھ سمجھی جائے تو بقیہ نماز میں بھی اس کا مقتدی کا حکم ہوگا اور مقتدی کا حالتِ اقتدا میں امام ہونا اس کا کسی حدیث[1] میں ذکر نہیں۔ ہاں اقتدا کی حالت چھوڑ کر امام ہونا ثابت ہے۔ جیسے امام کا وضو ٹوٹ جائے یا کوئی عارضہ ہو جائے تو اس وقت کسی مقتدی کو اپنی جگہ کر سکتا ہے مگر اس وقت وہ مقتدی نہیں۔

اور عطا تابعی کا قول جو اوپر گذر چکا ہے اس میں دو احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ وہ مسبوق کی امامت کے قائل ہوں۔ دوسرے یہ کہ جو سجدے یا رکوع وغیرہ میں شامل ہو۔ اس کی نماز کو وہ جماعت کے ساتھ نہ قرار دیتے ہوں کیونکہ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ کتنی نماز امام کے ساتھ پائے تو وہ جماعت میں سمجھا جاتا ہے۔

---

[1] ایک حدیث میں ہے ائتموا بي وليأتم بكم من بعدكم۔ مشکوٰۃ (باب تسویۃ الصفوف) تم میری اقتدا کرو اور جو تمہارے بعد ہیں وہ تمہاری اقتدا کریں۔ بعض نے کہا ہے کہ حالت اقتدا میں امامت کا اس حدیث میں ذکر ہے۔ کیونکہ اس حدیث میں ہے کہ تم میری اقتدا کرو۔ اور پچھلی صفیں تمہاری اقتدا کریں۔ لیکن اس میں دو شبے ہیں۔ ایک یہ کہ بعد والوں سے پچھلی صفیں مراد لینا بے دلیل ہے۔ اور مراد اس سے آئندہ آنے والے لوگ ہیں۔ اور اقتدا سے مراد اتباع ہے۔ دوسرا یہ کہ پہلی صفیں پچھلی صفوں کے لئے صورت میں امام ہیں۔ یعنی پچھلی صفیں پہلی صفوں کو دیکھ کر نیچے اوپر ہوتی ہیں۔ جیسے نابینا آدمی اگر امام سے دور ہو تو وہ ساتھی کے ساتھ نیچے اوپر ہوتا ہے۔ ورنہ حقیقت میں امام ایک ہی ہے جو سب کو نماز پڑھا رہا ہے۔

اگر رکوع سجدے میں شامل ہونے والا۔ ان کے نزدیک جماعت میں شامل نہیں سمجھا گیا تو پھر یہ مسبوق نہ ہوا بلکہ ایسا ہوا جیسے ساری نماز اکیلا پڑھنے والا۔ پس عطا تابعی کا قول بھی اس مسئلہ میں کوئی تسلی بخش نہیں۔ اس کے علاوہ اس میں لیث بن ابی سلیم ہے۔ جس کی روایتیں اخیر میں خلط ملط ہونے کی وجہ سے متروک ہوگیا۔

دوسری صورت کی تفصیل

دوسری صورت میں دو شبے ہیں۔ ایک وہی شبہ جو پہلی صورت میں ہے۔ یعنی اقتداء کی حالت میں مقتدی کا امام ہونا، اس کا ذکر کسی حدیث میں نہیں۔ دوسرا یہ کہ جب سارے امام کے ساتھ شامل ہوگئے تو اُن کی نماز باجماعت ہوگئی تو پھر اَور نماز باجماعت کی کیا ضرورت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ قضاحاجت کو چلے گئے۔ آپ سفر میں تھے۔ مغیرہ کہتے ہیں، میں آپ کے ساتھ پانی لے گیا۔ جب قضاحاجت سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کو وضو کرایا۔ آپ نے پیشانی اور پگڑی پر مسح کیا۔ پھر میں آپ کے موزے نکالنے کے لئے پاؤں کی طرف جھکا۔ فرمایا میں نے وضو کرکے موزے پہنے ہیں۔ ان پر آپ نے مسح کیا لوگ آگے چلے گئے۔ فجر کی نماز کو دیر ہوگئی۔ عبدالرحمن بن عوف نے جماعت قائم کر دی۔ ایک رکعت نماز پڑھی تھی کہ آپ پہنچ گئے۔ آپ جماعت میں شامل ہوگئے جب عبدالرحمن بن عوف نے سلام پھیرا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوگئے اور میں بھی ساتھ کھڑا ہوگیا۔ پس ہم نے وہ رکعت پڑھی جو پہلے ہو چکی تھی۔ اس حدیث کے آخر میں بعض روایتوں میں عبارت یوں ہے فلما سلم، قام النبی صلی اللہ علیہ وسلم وقمت معه فرکعنا الرکعة التی سبقتنا (مشکوٰۃ باب المسح علی الخفین صفحہ ۴۹)، اس عبارت میں مغیرہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے تو میں بھی ساتھ کھڑا ہوگیا اور ہم نے باقی رکعت ادا کی۔ اس عبارت کا مطلب بعض یہ بیان کرتے ہیں کہ باقی نماز میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام اور مغیرہ مقتدی ہوگئے۔ لیکن یہ مطلب ٹھیک نہیں کیونکہ ساتھ کھڑا ہونے کا یہ مطلب لینا کہ مغیرہ مقتدی ہوگئے یہ محض اپنا خیال ہے ورنہ درحقیقت یہ بیان واقعہ ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مغیرہ صف میں اکٹھے کھڑے ہوئے تو امام کے سلام پھیرنے کے بعد اکٹھے ہی کھڑے ہونا تھا سو اسی بات کا یہ بیان ہے۔ اس سے جماعت سمجھنا غلطی ہے۔ ہاں مسلم اور نسائی باب المسح علی الخفین میں یہ لفظ ہیں ثم صلی بنا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نماز پڑھائی۔ یہ الفاظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے پر دلالت کرتے ہیں مگر مسلم اور نسائی کی روایت کا واقعہ کسی دوسری نماز کا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس میں عبدالرحمن بن عوف کا نماز قائم کرنا اور آپ کا ایک رکعت پانا مذکور نہیں۔ بلکہ اس میں یوں ہے ومسح

علیٰ خفیہ ثم صلی بنا۔ یعنی وضو میں اپنے موزوں پر مسح کیا پھر نماز پڑھائی۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی نماز فوت نہیں ہوئی اور جلد ہمیں نماز پڑھائی۔ یہی اس کا مؤید ہے۔ اگر اس سے مراد بقیہ رکعتیں تو مغیرہ کہتے ہیں۔ مجھے نماز پڑھائی۔ کیونکہ پہلی روایت میں بلفظ قمت معہ (میں آپ کے ساتھ کھڑا ہوا) اکیلے مغیرہ پر ہی دلالت کرتا ہے۔ غرض اس صورت کی بابت بھی کوئی صریح روایت نہیں۔ صرف قتادہ رح کا قول ہے جو چھوٹے تابعی ہیں جس کا ذکر ابن حزمؒ نے بغیر سند کے کیا ہے۔ پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ رکعت پانے والا اُن کے نزدیک پوری جماعت پانے والا سمجھا جاتا ہے یا نہیں۔ شاید اُن کا یہ مذہب ہو کہ جو دو رکعت سے کم پائے۔ اُس سے جماعت فوت ہو گئی اس لئے وہ نئی جماعت کا ارشاد فرماتے ہیں۔ اس کے علاوہ رکعت سے مراد رکوع بھی ہوتا ہے تو احتمال ہے کہ قتادہ کا مطلب یہ ہو کہ جو رکوع پائے اس میں گویا امام کے ساتھ جماعت نہیں پائی اس لئے نئی جماعت کی ضرورت ہوئی۔ پھر تابعی کا قول کسی کے نزدیک بھی حجت نہیں۔ اور مسئلہ مختلف فیہا ہے۔ اس لئے جو کسی کی سمجھ میں آئے اُس پر عمل کرے۔ تشدد مناسب نہیں۔ نہ کسی پر زور ڈالنے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ ابن حزمؒ نے تصریح کر دی ہے کہ بقیہ نمازیں جماعت نہ ہو تو اکیلے اکیلے کی بھی ادا ہو جاتی ہے خاص کر ایک آدھ رکعت کا امام کے ساتھ فوت ہو جانا یہ کثیر الوقوع ہے یعنی عموماً ہر نماز میں کسی نہ کسی شخص سے ایسا اتفاق ہو جاتا ہے کہ ایک آدھ رکعت رہ جاتی ہے لیکن باوجود اس کے کسی روایت میں بقیہ نمازیں جماعت کی تصریح نہیں آئی۔ جو بالکل جماعت سے رہ جائے۔ اس کی بابت جماعت ثانیہ کی تصریح موجود ہے جو کچھ حصہ میں شامل ہو اس کی جماعت کا کہیں ذکر نہیں حالانکہ اس کا ذکر ضروری تھا کیونکہ کچھ جماعت میں شامل ہونے سے شبہ پڑ سکتا ہے کہ یہ ساری جماعت میں شامل ہے۔ اس کو دوسری جماعت کی ضرورت نہیں۔ اس شبہ کو دور کرنے کے لئے اس کا ذکر اہم تھا لیکن کہیں ذکر نہیں۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسبوق کی امامت کوئی اہم مسئلہ نہیں پس اس پر بحث ذہن آزمائی کی ضرورت نہیں۔

عبداللہ امرتسری روپڑی

۱۹ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ ـ ۱۵ جنوری ۱۹۳۳ء

امام نماز سے فارغ ہو کر کس طرف منہ کرے؟

سوال:۔ امام مسجد جب سلام پھیر کر بیٹھے تو اس کا قبلہ کی طرف پیٹھ دے کر اور مقتدیوں کی طرف منہ

کر کے بیٹھنا افضل و سنت ہے یا کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف کے مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا افضل ہے۔ اور پیغمبر علیہ السلام سے کونسا طریقہ ثابت ہے بحوالہ حدیث مع صحت راوی وغیرہ تحریر فرمادیں۔

جواب: مولوی محمد عبدالرحمن مبارکپوری فرماتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب سلام پھیرتے تو قبلہ کی طرف پیٹھ اور مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھا کرتے تھے۔ صحیح بخاری میں ہے۔

عن سمرة بن جندب قال كان النبي صلى الله عليه وآله وسلم اذا صلى صلوة اقبل علينا وجهه۔

یعنی سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کوئی نماز پڑھ کر فارغ ہوتے تو اپنا چہرہ مبارک ہماری طرف کر کے بیٹھتے۔

قاضی شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نیل الاوطار جلد ۲ ص۳۵۲ میں لکھتے ہیں۔

وهو يدل على مشروعية استقبال الامام للمؤتمين بعد الفراغ من الصلوة والمواظبة على ذالك۔

یعنی یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر امام ہمیشہ مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھے۔

اور حافظ ابن حجر رح فتح الباری میں لکھتے ہیں۔

وسياق سمرة ظاهرة انه كان يواظب على ذالك۔

اور ظاہر ہے حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ہمیشگی کرتے۔

اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی دائیں طرف کے مقتدیوں کی طرف منہ کر کے بیٹھنا بھی ثابت ہے۔ صحیح مسلم میں ہے۔

عن البراء بن عازب قال كنا اذا صلينا خلف رسول الله صلى الله عليه وسلم احببنا ان نكون عن يمينه فيقبل علينا بوجهه۔

یعنی براء بن عازب سے روایت ہے کہ جب ہم لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو اس بات کو محبوب رکھتے کہ ہم لوگ آپ کے داہنے جانب ہوں۔ پس آپ ہماری جانب چہرہ مبارک کر کے بیٹھیں۔

قاضی شوکانی رح نیل الاوطار جلد ۲ صفحہ ۲ میں لکھتے ہیں۔

حدیث براء بن عازب یدل علی ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم کان یقبل علی من فی جھۃ المیمنۃ ویمکن الجمع بین الحدیثین ای بین حدیث سمرۃ وبین حدیث البراء بانہ کان تارۃ یستقبل جمیع المؤتمین وتارۃ یستقبل اھل المیمنۃ انتھی۔ ھذا کلہ ماعندی۔ واللّٰہ اعلم۔

یعنی حدیث براء بن عازب اس پر دلالت کرتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں طرف کے لوگوں کی طرف متوجہ ہوتے۔ اور سمرہ اور براء رض کی حدیثوں میں یوں موافقت ہو سکتی ہے کہ کبھی سب مقتدیوں کی طرف منہ کرتے اور کبھی دائیں طرف والوں پر متوجہ ہوتے۔

محمد عبد الرحمٰن المبارکفوری عفا اللہ تعالیٰ۔ ۱۱ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ

محدث روپڑی

مندرجہ بالا سوال کے جواب میں مولوی عبد الرحمٰن صاحب نے کافی لکھدیا ہے۔ رہی احادیث میں موافقت تو وہ اس طرح ہے کہ بیٹھتے تو مقتدیوں کی طرف منہ کر کے لیکن کسی قدر دائیں طرف مائل ہوتے۔ اس لئے کسی نے مقتدیں کی طرف کہدیا کسی نے دائیں طرف۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ بہت دنوں تک مقتدیوں کی طرف منہ کرتے رہتے بہت دنوں تک دائیں طرف۔ سو جیسا کسی راوی نے دیکھا بیان کر دیا۔ اس کے علاوہ لفظ کان مضارع پر داخل ہو کر اگرچہ ہمیشگی کے معنی دیتا ہے لیکن اس میں نص نہیں بلکہ ظاہر ہے۔ اس لئے امام شوکانی نے کہا ہے کہ ظاہر اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر ہمیشگی کرتے۔ پس جب ظاہر ہوا تو دوسری احادیث کی وجہ سے اس کی تاویل ہو سکتی ہے اور وہ یہ کہ اس سے مراد کثرت ہے۔ کثرت کو راوی نے مجازاً ہمیشگی کے لفظ سے بیان کر دیا ہے۔ اور عبد اللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ انسان اپنی نماز میں شیطان کا حصہ نہ کرے کہ دائیں طرف پھرنا اپنے ذمہ لازم سمجھے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت دفعہ بائیں طرف پھرتے بھی دیکھا ہے۔

(ملاحظہ ہو مشکوٰۃ باب الدعاء فی التشہد فصل الاول صفحہ ۹)

جب آپ بائیں طرف بھی پھرتے تھے تو ہمیشگی مراد لینی ٹھیک نہیں۔

عبد اللہ امرتسری مقیم روپڑ

ضلع انبالہ

کیا مقتدی امام کے برابر کھڑے ہو سکتے ہیں؟

سوال :۔ اگر امام کے پیچھے خالی جگہ ہو اور مقتدی برابر کھڑے ہو جائیں تو کیا نماز ہو جائے گی؟ مکمل تشریح سے مطلع فرماویں۔

جواب :۔ مقتدی ایک ہو تو امام کے برابر کھڑا ہو اگر زیادہ ہوں تو امام کے پیچھے۔ اور عورت خواہ ایک ہو یا زیادہ امام کے پیچھے کھڑی ہوں۔ ہاں مجبوری کے وقت اس کے خلاف بھی درست ہے۔

منتخب کنز العمال جلد ۳ صفحہ ۲۵ میں ہے۔

عن معاوية الكندي انه ركب الى عمر بن خطاب يسأله عن ثلث خصال فقدم المدينة فقال له عمر ما اقدمك على قال لاسئلك عن ثلاث قال وما هن قال ربما كنت انا والمرأة في بناء ضيق فحضرت الصلوة فان صليت انا وهي كانت بحذائي وان صلت خلفي خرجت من البناء فقال عمر تستر بينك وبينها بثوب ثم تصلي بحذائك ان شئت وعن الركعتين بعد العصر فقال نهاني عنهما رسول الله صلى الله عليه وسلم قال وعن القصص فانهم ارادوني على القصص فقال ما شئت كانه كره ان يمنعه قال انما اردت انتهي الى قولك قال اخشى عليك ان تقص فترتفع عليهم في نفسك ثم تقص فترتفع حتى يخيل اليك انك فوقهم بمنزلة الثريا فيضعك الله تحت اقدامهم يوم القيامة بقدر ذلك (حم ـ ص)۔

معاویہ کندیؓ سے روایت ہے وہ تین باتوں سے سوال کرنے کی غرض سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، حضرت عمرؓ نے کہا وہ کیا ہیں؟ کہا ایک یہ کہ بھی میں اور عورت چھوٹے سے مکان میں ہوتے ہیں، اور نماز کا وقت آجاتا ہے۔ اگر ہم دونوں نماز پڑھیں تو وہ میرے برابر ہو جاتی ہے۔ اگر پیچھے کھڑی ہو تو مکان سے باہر ہو جاتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے کہا، درمیان کپڑے کا پردہ کرکے پھر وہ تیرے برابر نماز پڑھے۔ دوسری بات عصر کے بعد دو رکعت ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ان سے منع کیا ہے۔ تیسری بات وعظ ہے قوم مجھے وعظ کے لئے کہتی

ہے۔ حضرت عمر رضؓ نے کہا جو تو چاہے گویا حضرت عمر رضؓ نے وعظ کو اچھا نہ سمجھا مگر روکنا بھی مناسب معلوم نہ ہوا۔ معاویہ کندی نے کہا کہ میرے آنے کی غرض ہی یہ ہے کہ میں آپ کے کہنے پر عمل کروں۔ فرمایا مجھے خوف ہے کہ وعظ کرتے کرتے تیرا دماغ بلند ہو جائے۔ یہاں تک کہ ثریا ستاروں کو پہنچ جائے۔ پس اس کا نتیجہ یہ ہو کہ قیامت کے دن خدا تجھے اتنا ہی ان کے قدموں کے نیچے کر دے۔ اس کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور ضیاء مقدسیؒ نے مختارہ میں روایت کیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مجبوری کے وقت عورت برابر کھڑی ہو سکتی ہے۔ پس اسی طرح مردوں کو سمجھ لینا چاہیے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض دفعہ مساجد میں عورتوں کے لئے پیچھے جگہ نہیں ہوتی تو دائیں بائیں کوئی حرج نہیں۔

قصر نماز کا بیان

مسافت قصر

سوال:۔ مسافر پر کم از کم کتنے میل کے سفر کے بعد نماز قصر لازم آتی ہے۔

ماسٹر حفیظ الرحمن ایم۔ اے گورنمنٹ ہائی سکول للت پور ضلع جھانسی یو۔ پی

جواب:۔ ۹ میل کے سفر میں دوگانہ درست ہے اس کی بابت صحیح مسلم میں حدیث آئی ہے۔ مسافر اپنے گاؤں یا شہر کی حدود سے باہر نکلتے ہی دوگانہ شروع کر سکتا ہے۔ چنانچہ دوسری روایات میں آیا ہے۔

عبداللہ امرتسری

مسافر کا پوری نماز پڑھنا

سوال:۔ مسافر پوری نماز پڑھ سکتا ہے۔

جواب:۔ دوگانہ کا تارک گنہ گار نہیں۔ ہاں بہتر یہی ہے کہ دوگانہ پڑھے۔ حدیث میں ہے۔ ان اللہ یحب ان تو تی رخصہ۔ یعنی خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کی رخصت قبول کی جائے۔

عبداللہ امرتسری